اقامتِ دین
اسلام کا تقاضا
سید حامد علی

اقامت دین اسلام کا تقاضا

سید حامد علی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اقامتِ دین — اسلام کا تقاضا

(ایک تقریر جو چھٹے آل انڈیا اجتماع جماعتِ اسلامی ہند، منعقدہ حیدرآباد میں ۱۲ر فروری ۱۹۸۱ء کو کم و بیش دو لاکھ افراد کے مجمع میں کی گئی اور نظرِ ثانی اور اضافہ کے بعد شائع کی گئی۔)

حمد و صلوٰۃ کے بعد:-

بزرگو، بھائیو، بیٹو، بہنو، بیٹیو!

جماعتِ اسلامی ہند کا نصب العین "اقامتِ دین" ہے۔ قرآنِ مجید کی رو سے "اقامتِ دین" دینِ حق کے نزول کی غرض و غایت اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصود ہے:-

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ

اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مشروع کیا ہے جس کی تاکید اس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف کی ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ

انتہائی وسیع اور جامع اصطلاح ہے۔ "اقامتِ دین" کے مختصر معنی ہیں "دینِ حق کا حق ادا کرنا"۔ لیکن جب ہم اس اجمال کی تفصیل میں جائیں گے تو اس کے دس اہم اجزاء ہوں گے:۔

۱۔ دینِ حق پر ایمان لاکر اُس کی مخلصانہ پیروی کی جائے۔

۲۔ دینِ حق کا اتباع پوری یکسوئی سے ہو۔

۳۔ دینِ حق کی پیروی پوری زندگی — زندگی کے انفرادی اور اجتماعی، تمام گوشوں میں ہو۔

۴۔ دینِ حق کا اتباع ظاہر و باطن، دونوں میں ہو۔

۵۔ ہر مومن اپنے گھر کے لوگوں اور اپنے اعزہ کو دینِ حق کی طرف دعوت دے اور اگر وہ مسلمان ہوں تو انھیں اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد کرے۔

۶۔ خدا ناشناس اور آخرت فراموش لوگوں کو خدا کی بندگی، آخرت طلبی اور دینِ حق کی پیروی کی دعوت دی جائے اور خدا کے باغیوں کو خدا کا بندہ بنانے کی جدوجہد کی جائے۔

۷۔ امتِ مسلمہ میں بگاڑ پیدا ہوجائے تو اس کی اصلاح کی پوری کوشش کی جائے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جائے۔

۸۔ خدا کے دین کو خدا کی زمین پر نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے تا آنکہ روئے زمین پر خدا کا دین قائم و غالب ہوجائے۔

۹۔ سازگار اور ناسازگار، ہر طرح کے حالات میں حق پر استقامت اختیار کی جائے اور جان، مال، اولاد، اعزہ، گھر بار، رشتہ، محبت، مستقبل، ضرورت پڑنے پر ہر چیز کی راہِ حق میں قربانی دی جائے۔

۱۰۔ اقامتِ دین کا یہ سارا کام متحد و منظم ہوکر اجتماعی طور پر کیا جائے۔

یہ ہے "اقامتِ دین" کا وسیع اور جامع مفہوم! اور اس مفہوم میں وہ جماعتِ اسلامی ہند کا نصب العین ہے۔

عقل کا فیصلہ

کیا ان میں سے کسی جز سے عقلاً اختلاف کیا جا سکتا ہے؟

● کیا خدا کے نازل کردہ دین پر ایمان لائے اور اس پر اتباع کیے بغیر ہم ہدایت پا سکتے اور دنیا میں خدا کی نصرت اور آخرت میں اس کے اجر اور نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

● کیا اخلاص کے بغیر دینِ حق کا اتباع خدا کی میزان میں باوزن ٹھہر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں!

● کیا دینِ حق کے لیے یکسوئی کے بغیر حق اور باطل کے مابین تذبذب کے ساتھ ہم راہِ حق پر گامزن رہ سکتے، خدا کی رحمت کے مستحق ہو سکتے اور اخروی زندگی میں نجات پا سکتے ہیں — نہیں اور یقیناً نہیں!

● کیا زندگی کے ایک حصہ میں خدا کے دین کی پیروی کر کے اور دوسرے حصہ میں اس کی نافرمانی کر کے ہم اس کے حضور جواب دہی سے بچ سکتے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ — اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

● اگر ہم ظاہر میں خدا کے دین کے پیرو ہوں لیکن ہمارا دل خدا کے خوف، اس کی محبت اور اس کے حضور انابت سے خالی ہو تو کیا یہ ظاہری اتباع علیم بذات الصدور خدا کے یہاں مقبول ہوگا؟ — نہیں اور یقیناً نہیں!

● اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کا دل خدا کے خوف، اس کی محبت اور اس کے حضور انابت و خشوع کے جذبات سے معمور ہے مگر اس کی ظاہری زندگی سے دینِ خداوندی کی صریح نافرمانی کا ظہور ہوتا ہو تو کیا آپ اس کے اس دعوے کو صحیح تسلیم کریں گے؟ — یقیناً آپ اس کے دعوے کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے۔

● ایک شخص کا ایمان و یقین ہے کہ اللہ کی رضا، دنیوی کامرانی اور اخروی نجات دینِ حق کی پیروی پر منحصر ہے اور اس سے روگردانی کا نتیجہ دنیا میں ناکامی اور آخرت میں خدا کے ہولناک عذاب کی شکل میں نمودار ہوگا۔ کیا ایسے شخص کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی محبوب بیوی، چہیتی اولاد اور عزیز رشتہ داروں کو خدا کی نافرمانی اور دینِ حق سے روگردانی کے راستہ پر چلنے دے اور انھیں جہنم کے ہولناک عذاب سے بچانے اور جنت کے راستہ پر لگانے کی جد و جہد نہ کرے؟ نہیں، ایسا ممکن نہیں ہے، یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے، وہ ان کی محبت کے جذبے سے مجبور ہوگا کہ انھیں پکڑ پکڑ کر جہنم کے عذاب سے بچانے اور جنت کی راہ پر لگانے کی انتھک جد و جہد کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ دینِ حق کے حق اور موجبِ فلاحِ دارین ہونے پر یقین نہیں رکھتا یا اسے اپنے بیوی بچوں اور اعزہ سے دشمنی ہے اور وہ انھیں جانتے بوجھتے دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد دیکھنا چاہتا ہے۔

● اگر کوئی شخص اسلام کا پیرو ہوتے ہوئے امتِ مسلمہ کے بگاڑ پر مطمئن ہے اور ملت کی اصلاح کے لیے بے چین اور مضطرب نہیں ہوتا تو یا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کا جزو نہیں ہے اور امت کے بگاڑ کا اس پر اور اس کے خاندان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور امت پر اس کی بد اعتقادیوں اور غلط کاریوں کے نتیجہ میں کوئی وبال آیا تو وہ اور اس کا

خاندان اس سے محفوظ رہیں گے یا پھر اُسے اپنی ملت سے جس کا وہ جزء ہے۔ جس کے اندر وہ رہتا بستا ہے، جس نے اسے اپنی آغوشِ محبت میں پروان چڑھایا اور تحفظ بخشا ہے۔ کوئی محبت نہیں ہے۔

● ہمارے ملک کی عظیم اکثریت کفر، شرک، الحاد، فسق و فجور اور ظلم و فساد کی گندگیوں میں لت پت ہے اور ہدایتِ الٰہی سے یکسر محروم ہے، اس اکثریت کے ہاتھ میں ملک کی زمام کار ہے اور وہ پورے ملک کو غلط اور مہلک راہوں پر لے جارہی ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔ اہلِ ملک بے شمار پیچیدہ مسائل سے دوچار ہیں۔ یہی نہیں، ہمارا ملک اپنے محلِّ وقوع، اپنی کثیر آبادی، اپنے وسیع خطۂ ارضی، اپنی مادّی ترقیات اور اپنی ہوشیار لیڈرشپ کی وجہ سے اس پوزیشن میں ہے کہ آس پاس کے مسلمان ملکوں اور ایشیا پر اثر انداز ہو سکے۔ اس صورت میں ہدایتِ الٰہی کے حامل ہونے کی حیثیت سے کیا اسلام کے علم برداروں کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ہدایت سے محروم برادرانِ وطن کو ہدایتِ الٰہی سے روشناس کرائیں، اور دنیا و آخرت میں ناکامی اور عذابِ الٰہی کی طرف بڑھنے والی اس عظیم انسانی بھیڑ کو خدا کی رحمت اور دنیا و آخرت کی فلاح سے ہمکنار کرنے کی جدوجہد کریں؟ کیا اس سے بڑھ کر ملک کی کوئی وفاداری اور اہلِ ملک کی کوئی خیرخواہی ہو سکتی ہے؟ اگر ہم ایسا نہ کریں تو کیا اس سے بڑھ کر ملک اور اہلِ ملک سے کسی غداری کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ پھر سوال صرف ملک اور اہلِ ملک کی وفاداری و خیرخواہی کا نہیں ہے، اپنی فلاح و بہبود کا بھی ہے۔ کیا کفر، شرک، الحاد، فسق و فجور اور ظلم و فساد سے بھرے ہوئے اِس سماج میں رہ کر ان ہولناک برائیوں کے خلاف جدوجہد کیے بغیر ہم، ہمارے خاندان اور ہماری نسلیں ان برائیوں میں لت پت ہونے سے بچ سکتی ہیں۔ اگر ان خرابیوں کے نتیجہ میں ہمارے ملک کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے

چلے گئے اور ہمارا ملک تباہی و بربادی سے دوچار ہوا تو کیا ہم اس تباہی سے بچ سکیں گے۔ اور ہمارا ملک عذابِ الٰہی کا مستحق ہوا تو کیا ہم اس عذاب سے محفوظ رہ سکیں گے؟ اگر ہمارا ملک گرد و نواح کے مسلمان ملکوں کے شرک، الحاد، کمیونزم، سیکولرزم، فسق و فجور، ظلم و فساد اور دنیا پرستی کی راہوں پر چلنے کا باعث بنا تو اس جرمِ عظیم کی ذمہ داری میں شریک ہونے سے ہم بچ سکیں گے اور اگر کفر، شرک اور الحاد کی بنا پر اس ملک کے باشندے آخرت میں عذابِ الیم کے مستحق ہوئے تو کیا وہ خدا کے حضور یہ نہ کہہ سکیں گے کہ ہم توحید و شرک، ایمان و کفر، حق و باطل، ہدایت و ضلالت کے بارے میں کوئی علم نہیں رکھتے تھے، یہ علم مسلمانوں کے پاس تھا اور ان کی ذمہ داری تھی کہ اِس علم کو ان لوگوں تک پہنچادیں جن کے پاس یہ علم نہیں ہے، اس لیے اگر ہم عذابِ جہنم کے مستحق ہیں تو ہم سے زیادہ یا کم از کم ہمارے برابر یہ حق کا علم رکھنے والے عذابِ جہنم کے مستحق ہیں تو ہم کیا کہہ کر خدا کے حضور جواب دہی اور عذابِ جہنم سے بچ سکیں گے؟

اب دینِ حق کو نافذ و غالب کرنے کی جدوجہد کو لیجیے، ہندوستان کے کچھ علماء اُسے ایسی سیاست قرار دیتے ہیں جس میں کسی دینی جماعت کو پڑنا نہ چاہیے، کچھ دوسرے اہلِ علم اُسے دنیا پرستی اور اقتدار طلبی پر محمول کرتے ہیں، کیا اِن حضرات کا طرزِ فکر صحیح ہے؟ کیا کسی دین کو حق سمجھنے کا یہ فطری تقاضا نہیں ہے کہ انسان اُسے غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد کرے؟ اسلام کو مغلوب دیکھ کر مطمئن رہنا اور باطل کے غلبہ کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا ایمان کی علامت ہے یا منافقت کی؟ کیا کوئی باشعور اور غیرت مند شخص یہ گوارا کرے گا کہ وہ اور اس کا دین اہلِ باطل کے رحم و کرم پر ہو؟ کیا آپ باطل نظام سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ آپ کے دین کا تحفظ کرے گا اور اسے پروان چڑھائے گا؟

گذشتہ چودہ سو برس کے عالمی واقعات اور اپنے ملک کی آزادی سے قبل اور بعد کے حالات سے کیا صورتِ حال سامنے آتی ہے؟ کیا کوئی باطل نظام اقتدار کی طاقت کو اس لیے استعمال کرے گا کہ زندگی کے سارے شعبوں میں اپنے قوانین نافذ کرے یا اپنی قوت اس لیے استعمال کرے گا کہ اسلامی قوانین نافذ کرے؟

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا سیاست اسلام کے دائرے سے خارج ہے؟ کیا اسلام کی اپنی کوئی سیاست نہیں ہے؟ اگر اللہ کے دین کو غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد اسلامی سیاست نہیں ہے تو اسلامی سیاست کس چیز کا نام ہے؟ وہ وطنی اور قومی سیاست، جس میں یہ حضرات اور ان کے اکابر حصہ لیتے رہے ہیں کیا وہ اسلامی سیاست تھی اور دینِ حق کو غالب و نافذ کرنے کے لیے مصائب و مشکلات جھیلنے اور راحت و آرام اور جان و مال قربان کرنے کو بہ سلامتیٔ ہوش و حواس دنیا طلبی کہا جاسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین اور ہم سے قریبی دور میں حضرت سید احمد شہیدؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور ان کے مقدس ساتھیوں نے دینِ حق کو غالب و نافذ کرنے کے لیے جو جدوجہد کی اور جو قربانیاں دیں، وہ کس زمرے میں آتی ہیں؟ جماعتِ اسلامی پر اعتراض کرنے والے حضرات اِن مقدس نفوس کا اتباع کیوں نہیں کرتے؟ جو لوگ ان کے اتباع میں دین کو غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن پر دنیا پرستی اور اقتدار طلبی کا الزام کیوں لگاتے ہیں؟ کیا انھوں نے دین کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کے دلوں میں جھانک کر دیکھ لیا ہے کہ وہ رضائے الٰہی اور فلاحِ آخرت کے لیے نہیں، دنیوی مفادات کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں؟

پھر اس پہلو سے بھی غور کیجیے کہ کیا اسلام پوری زندگی کا دین نہیں ہے؟ اگر ہے اور

یقیناً ہے تو کیا ایسے دین کی پیروی اُسے غالب و نافذ کیے بغیر کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ ایک آنکھوں دیکھی حقیقت نہیں ہے کہ باطل نظام، زندگی کے سارے گوشوں پر چھا گیا ہے۔ کیا غیر اسلامی عدالتوں سے غیر اسلامی قانون کے تحت اسلامی فیصلے ہو سکتے ہیں؟ کیا غیر اسلامی تعلیم گاہوں میں غیر اسلامی نصاب کے تحت تعلیم پانے کے بعد مسلمانوں کی نئی نسل اسلامی نظریات و افکار کے سانچے میں ڈھل سکتی ہے؟ کیا غیر اسلامی قانون کے ملک میں نافذ ہونے کی صورت میں زندگی کے امور و معاملات میں اسلامی قانون پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ کیا پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائع ابلاغ پر باطل نظام کے قابض ہونے کی صورت میں مسلم عوام کو شرک، الحاد، لادینیت، دنیا پرستی اور فسق و فجور کے سیلاب میں بہنے سے بچایا جاسکتا ہے؟ کیا باطل نظام کے مسلّط ہونے کی صورت میں ملتِ اسلامیہ اندرونی اور بیرونی فتنوں سے محفوظ رہ سکتی ہے؟ کیا وقت کے نظام کی اجازت کے بغیر ہم مسلم پرسنل لا کے تحت نکاح و طلاق کے امور بھی انجام دے سکتے ہیں؟ ——— ہندوستان کے دستور میں یکساں سول کوڈ کی جو دفعہ ہے اور مسلمانوں کی متفقہ مخالفت کے باوجود مسلم پرسنل لا میں جو ترمیمات ہو رہی ہیں انھیں پیشِ نظر رکھنے سے صحیح صورتِ حال سامنے آسکتی ہے ——— اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی عبادات بھی کیا وقت کے نظام کی اجازت کے بغیر ادا کی جاسکتی ہیں؟ ——— کمیونسٹ ممالک میں کمیونسٹ نظام کا، اِن عبادات کے ذیل میں جو رویہ ہے، اُسے سامنے رکھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ باطل نظام کے مسلط ہونے کے بعد اِن عبادات کا ادا کرنا بھی آسان نہیں رہتا ——— اگر اِن سب سوالات کا جواب نفی اور صرف نفی میں ہے تو جس شخص کو بھی اپنا، اپنے خاندان کا، اپنی نئی نسل اور آئندہ نسلوں کا اور اپنی ملت کا دین، ایمان اور اخلاق و کردار عزیز ہوگا۔ وہ اس بات کی جدوجہد کرے گا کہ حق غالب اور باطل مغلوب ہو۔

پھر سوال صرف ملتِ اسلامیہ کا نہیں، ملک اور اہلِ ملک کا بھی ہے، اگر ہم اہلِ ملک کو کفر، شرک، الحاد، کمیونزم اور لادینیت کے خطرناک فتنوں سے بچانا چاہتے ہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک سے ظلم و فساد مٹے اور امن و سلامتی اور خیر و فلاح کی فضا عام ہو، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک کے پیچیدہ مسائل حل ہوں، اگر ہم اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ہمارے ملک کے رہنے بسنے والے دنیوی کامرانی اور اُخروی فلاح سے ہم کنار ہوں تو اسلام کی دعوت کو عام کرنے اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے ساتھ اسلامی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد بھی کرنی ہوگی۔

لیکن اسلامی نظام اپنے آپ کبھی قائم نہیں ہوا، نہ فرشتے آسمان سے آکر اُسے قائم کرتے ہیں۔ یہ کام اہلِ ایمان کا ہے اور اہلِ ایمان ہی اسلامی نظام قائم کرتے ہیں، ایسا کبھی نہیں ہوا اور ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ صرف نمازیں پڑھنے اور دعائیں کرتے کرتے آپ سے آپ اسلامی نظام قائم ہو جائے اور ایک روز ہم سوکر اٹھیں تو دیکھیں کہ صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم سے لے کر مرکزی اور ریاستی وزرا اور پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے ممبران تک، سارا نظامِ حکومت، آپ سے آپ بدل گیا ہے اور غیر اسلامی قانون کی جگہ اسلامی قانون ملک میں نافذ ہو گیا ہے۔ یہ مہم اَن تھک جدوجہد اور عظیم قربانیوں کے بغیر پہلے بھی کبھی سر نہیں ہوئی اور آئندہ بھی کبھی سر نہیں ہوگی۔ کوئی نظام میدان سے آپ سے آپ نہیں ہٹتا اور نہ کسی جمے جمائے نظام کو بدلنا اور دوسرے نظام کو غالب کرنا آسان ہوتا ہے۔ اربابِ اقتدار کے پاس نشر و اشاعت کے بے پناہ ذرائع ہوتے ہیں۔ دولت اور ذرائع و وسائل کے انبار ہوتے ہیں۔ پولیس، فوج، اسلحہ، عدالت اور حکومت کی طاقت ہوتی ہے۔ اربابِ اقتدار سے اختلاف رکھنے والے اِن وسائل سے محروم ہوتے ہیں اور عامۃ الناس چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں۔ ادھر باطل

کی یہ فطرت ہے کہ وہ حق کی پُرامن، مدلل اور مخلصانہ دعوت کو بھی انگیز نہیں کرتا، وہ داعیانِ حق کا استقبال فتووں، گالیوں، تلواروں، تازیانوں، ہتھکڑیوں، بیڑیوں، جیل خانوں، لرزہ خیز سزاؤں اور پھانسی کے تختوں سے کرتا ہے۔ وہ نظامِ حق کو غالب کرنے کی جدوجہد کو کبھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتا اور نہیں کرسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقامتِ دین کی راہ انتہائی خطرناک ہے۔ یہ راہ شدائد و آلام سے پُر ہے، ان تھک اور پیہم جدوجہد کی طالب ہے۔ اس راہ میں جان، مال، آبرو، خاندان، رشتوں، تعلقات، مستقبل، راحت و آرام، ہر چیز کی قربانی دینی ہوتی ہے۔ پھر یہ مہم کسی ایک فرد کے بس کی نہیں۔ اس کے لیے اجتماعی جدوجہد درکار ہے منظم، منصوبہ بند اور اجتماعی جدوجہد کے بغیر کسی انقلاب کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں غیر مسلم عظیم اکثریت میں ہیں، اور مسلمانوں کی اکثریت اسلام سے دُور اور تفرقہ و انتشار کا شکار ہے۔ اسلامی نظام کس طرح غالب آسکتا ہے؟ آئینی اور جمہوری ذرائع سے تو اس کا امکان نہیں ہے تو کیا تم اسلامی نظام کو طاقت کے زور سے ملک میں نافذ کرو گے؟ کیا تمہارے پاس یا مسلمانوں کے پاس ایسی کوئی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر اسلام کو تم ملک میں نافذ کرو گے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اسلامی نظام کے غلبہ کی بات کیا "خیالی پلاؤ" سے زیادہ کچھ ہے۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ ہمارے پاس اور نہ مسلمانوں کے پاس ایسی کوئی طاقت ہے اور نہ ہم اسلامی نظام کو طاقت کے بل پر ملک میں نافذ کرنا چاہتے ہیں ہم اسلامی نظام کو پُرامن، آئینی اور جمہوری ذرائع ہی سے ملک میں نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور عالمِ انسانی اور ہمارے ملک کے پیچیدہ اور لاینحل مسائل کا واحد حل ہے۔ ہم ایک طرف مسلمانوں کو اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے منظم و متحد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف غیر مسلم برادرانِ وطن

میں اسلام اور اسلامی نظام کا تعارف کرا رہے ہیں۔ ہم انسانی فطرت سے مایوس نہیں ہیں ہمیں یقین ہے کہ آج نہیں تو کل وہ اسلامی نظام کو دینِ فطرت اور اپنے مسائل کا واحد حل یقین کرنے لگیں گے اور جب اس ملک کے باشعور افراد اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے اور وہ اسلامی نظام کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ آئینی، جمہوری اور پر امن ذرائع سے اسلامی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے خاصی مدت درکار ہوگی۔ مگر ہم منزل تک اسی وقت پہنچ سکیں گے جب ابھی سے یہ منزل ہمارے سامنے ہو اور ہم اس تک پہنچنے کی سرگرم جدوجہد کر رہے ہوں!

اقامتِ دین کے مختلف اجزاء کے بارے میں یہ ہے عقلِ سلیم کا فیصلہ!

کتاب وسنت کا فیصلہ

اب آیئے، اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنت سے معلوم کریں کہ دین میں اِن امور کا کیا مقام ہے۔ اصل فیصلہ تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہی کا ہے!

یہ بات ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ دینِ الٰہی کے نزول کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اعراف، ۳۰)

تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف جو دین نازل ہوا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا "اولیاء" کی پیروی نہ کرو۔

حضرتِ آدمؑ کو جب خلیفہ بنا کر روئے زمین پر بھیجا گیا تو نوعِ انسانی کے نمائندے کی حیثیت سے اُن پر واضح کر دیا گیا کہ نوعِ انسانی کی فلاح ہدایتِ الٰہی کی پیروی میں ہے:۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ: ۳۸، ۳۹)

ہم نے کہا، تم سب اس (جنت) سے اتر جاؤ تو اگر تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت آئے تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے وہ خوف اور غم سے دوچار نہ ہوں گے اور جو ہماری آیات کا انکار اور تکذیب کریں گے وہ دوزخی ہوں گے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

رسولوں کی بعثت کا مقصد بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُن کی اطاعت کی جائے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء: ۶۴)

اور ہم نے جس رسول کو بھیجا اس لئے بھیجا کہ اللہ کے اذن کے تحت ان کی اطاعت کی جائے۔

مومن وہ ہے جو بے چون وچرا اللہ کے رسول کی اطاعت کرے:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (نساء: ۶۵)

تو نہیں تمہارے رب کی قسم! وہ مومن نہ ہوں گے جب تک ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے نزاعات میں تمہیں اپنا حکم بنائیں، پھر جو فیصلے تم کرو اس کے سلسلے میں اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیں۔

اطاعتِ خدا اور رسول میں بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے تو دینی چاہیئے:۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ

اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی لوگ اس پر عمل کرتے لیکن اگر وہ

مِنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ٥ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ٥ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ٥ (نساء: ٦٦ تا ٦٨)

اس پر عمل کرتے جس کی نصیحت انہیں کی جاتی ہے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا، یہ انہیں (حق پر) زیادہ جمانے والا ہوتا اور اس صورت میں انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے اور انہیں راہِ راست کی ہدایت بخشتے۔

خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کا حشر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ٥ (نساء ٦٩)

اور جو خدا اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور اچھے ساتھی ہیں یہ لوگ!

اس کے برعکس جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے تیار نہ ہوں، وہ اللہ کے یہاں مومن شمار نہ ہوں گے خواہ وہ ایمان کا کتنا ہی دعویٰ کریں:۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (نور: ٤٧)

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی۔ پھر ان میں کا ایک گروہ اس کے بعد (اطاعت سے) پھر جاتا ہے۔ ایسے لوگ مومن نہیں ہیں۔

دنیا و آخرت کی کامیابی کی راہ صرف یہ ہے کہ بے چون وچرا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کی جائے اور یہی سچے اہل ایمان کی روش ہے:۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ٥ (نور: ۵۱، ۵۲)

اہلِ ایمان کا قول، جبکہ انہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جائے، اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہتے ہیں، ہم نے سنا اور اطاعت کی اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے، اللہ سے ڈریں گے اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے وہی کامیاب و کامراں ہوں گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ وَمَنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔ (صحیح بخاری)

میری امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے بجز ان کے جو انکار کریں، پوچھا گیا، کون ہے جس نے انکار کیا؟ فرمایا، جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی بیشک اس نے انکار کیا۔

خدا کی بندگی و اطاعت اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ ہونی چاہیے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ

بیشک ہم نے تمہاری طرف کتاب حق کے ساتھ

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ؕ (زمر: ۲)
اتاری ہے تو اللہ کی بندگی کرو، اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔

اور سورۂ بیّنہ میں ارشاد ہے:۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (بیّنہ: ۶)
اور انھیں حکم نہیں دیا گیا مگر اس بات کا کہ اللہ کی بندگی کریں، اطاعت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے، یکسو ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی دین قیم ہے۔

جو لوگ خدا اور رسول کی اطاعت اور اس کے دین کے لیے یکسو نہیں ہیں اور اسلام اور غیر اسلام کے مابین مذبذب ہیں۔ اگر خدا کی بندگی کرتے بھی ہیں تو اللہ کی رضا کے بجائے لوگوں کو دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ مومن نہیں، منافق ہیں:۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ (نساء: ۱۴۲، ۱۴۳)
بیشک منافقین (اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہی انہیں دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔ جب وہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں، لوگوں کے دکھاوے کے لئے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں، حق اور باطل کے مابین مذبذب ہیں (دوڑ لگا رہے ہیں) نہ ادھر ہیں اور نہ اُدھر!

اور ایسے لوگ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے:۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء: ۱۴۵)
بیشک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ غَنَمَيْنِ تَعِيْرُ اِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً وَاِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً (مسلم)
منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو دو گلوں کے درمیان چکر کاٹتی ہو، کبھی بھاگ کر اس گلے میں جاتی ہو اور کبھی اُس گلے میں!

اسلام کو ایسے افراد چاہییں جو اس کی پیروی کے لیے یکسو ہوں اور اپنے آپ کو خدا کی بندگی و اطاعت کے لیے خالص کر چکے ہوں، قرآن مجید میں اہل ایمان کی زبانی اہل کتاب سے کہا گیا:۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۳۸)۔
تم اللہ کے سلسلے میں ہم سے بحثیں کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، اور ہم اپنے آپ کو اس کے لئے خالص کئے ہوئے ہیں۔

حقیقی مومن وہ ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خود کو اس کے حوالے کر دیں:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (البقرہ، ۲۰۷)
اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو (اس کے ہاتھ) فروخت کر دیتے ہیں اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ انھیں نیک کاموں کا اجر عطا فرمائے گا جو صرف اُس کی رضا کے لیے کیے گئے ہوں :۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا (نساء - ۱۱۴)

ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں الّا یہ کہ کوئی شخص صدقہ کا۔ نیکی کا اور لوگوں کے مابین اصلاح کا حکم دے اور جو شخص یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کرے گا اسے ہم عنقریب بہت بڑا اجر دیں گے۔

جو لوگ کسی مادی منفعت کے لیے یا کسی کا بدلہ چکانے کے لیے نہیں، صرف اللہ کی رضا کے لیے نیک کام کرتے ہیں اللہ انھیں عذابِ جہنم سے بچالے گا اور اُن سے راضی ہوجائے گا:۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهُ يَتَزَكّٰى ٥ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ٥ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى ٥ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ٥ (اعلیٰ، ۱۷ تا ۲۱)

اور اس جہنم سے وہ شخص بچالیا جائے گا جو انتہائی خدا ترس ہے۔ جو اپنا مال (راہ خدا میں) دیتا ہے تاکہ اس کا تزکیہ ہو۔ کسی شخص کا اس پر احسان نہیں ہے کہ اس کا بدلہ دیا جارہا ہو، اسے صرف اپنے بلند و برتر رب کی رضا مطلوب ہے اور وہ اس سے راضی ہوگا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاص کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ — اعمال کا دار و مدار سراسر نیتوں پر ہے اور

وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (بخاری، مسلم)

آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کے حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی، اس کی ہجرت اسی شے کے لئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

اللہ کی بندگی اور دینِ حق کی پیروی نہ صرف یہ کہ اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ ہونی چاہیئے بلکہ پوری زندگی ـــــ زندگی کے انفرادی و اجتماعی، تمام گوشوں میں ہونا چاہیئے ـــــ قرآن مجید کے سرسری مطالعہ ہی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام پوری زندگی کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں عقائد و ایمانیات سے بحث ہے، عبادات کا تذکرہ اور اُن کی اہمیت کا بیان ہے، اخلاقی انداز کی تعلیم ہے، حقوق العباد اور ان کی اہمیت کا تذکرہ ہے، معاشرت کے سلسلے کے قوانین ہیں، دولت کمانے کے اصول، خرچ کرنے کے ضوابط اور دولت کی تقسیم کے سلسلے کی ہدایات ہیں، حلال و حرام کی تفصیلات ہیں، جرائم کے لیے حدود اور سزائیں ہیں، صلح و جنگ کے اصول ہیں، اسلامی ریاست کے اصول و قوانین ہیں۔ احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں۔ ان میں یہ قانون اور تفصیلی رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ اگر آپ حدیث کی ایک مختصر کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی فہرستِ مضامین ہی کا مطالعہ کرلیں تو آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ اس میں زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں قوانین موجود ہیں۔ اسی پر آپ احادیث کی بہت سی ضخیم کتابوں کو قیاس کرسکتے ہیں۔ پھر فقہائے کرام نے کتاب و سنت کی نصوص

سے مستنبط کر کے جو عظیم فقہی ذخیرہ چھوڑا ہے، اس نے مزید تفصیل کے ساتھ زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ اہلِ مغرب کو ناز تھا کہ کم از کم بین الاقوامی قانون ان کی ایجاد اور اُن کی قانونی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن تحقیق کے بعد انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ بین الاقوامی قانون کے اولین مصنف امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانیؒ ہیں جنھوں نے آج سے بارہ سو سال قبل کتاب و سنت کی روشنی میں بین الاقوامی قانون مدوّن کیا ہے۔

اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ مومن اپنی پوری زندگی کو خدا کے حوالے کر دے اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کی مکمل پیروی کرے۔ زندگی کے جس گوشے میں بھی وہ قانونِ الٰہی کی پیروی نہیں کرے گا اس میں اس کی زمام شیطان کے ہاتھ میں ہوگی، جو انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اور جو اس جدوجہد میں لگا ہوا ہے کہ خدا کی نافرمانی کر کے انسان دنیا کی ناکامی اور آخرت میں خدا کے عذاب کا مستحق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان لانے والو! اسلام کے اندر پورے
ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَاۤفَّةً	کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے
وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ	نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔ یقیناً وہ تمہارا
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (بقرہ، ۲۰۸)	کھلا ہوا دشمن ہے۔

قرآن واضح الفاظ میں بتاتا ہے کہ مومن کی عبادات ہی نہیں، اس کا جینا اور مرنا بھی خدا کے لیے ہونا چاہیئے :-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ	کہو، میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ	میرا مرنا۔ سب اللہ رب العالمین کے لئے
الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ	ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اس کا مجھے حکم

بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ	ہوا ہے اور میں سب سے پہلے مسلم (خدا کا
الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (انعام، ۱۶۱، ۱۶۲)	فرمانبردار) ہوں۔

جو لوگ دینِ خداوندی کے کچھ احکام پر عمل کرتے اور کچھ کو دانستہ نظر انداز کرتے ہیں، ان کے اس فعل کو اللہ تعالیٰ "کفر" سے تعبیر کرتا ہے اور اُن کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی خبر دیتا ہے، وہ اہلِ کتاب کی اس طرح کی روش پر تنقید کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ	تو کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاۤءُ	ہو اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو تو تم
مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا	میں سے جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے
خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ	سوا کچھ نہیں کہ دنیوی زندگی میں رسوائی ہو
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی	اور قیامت کے دن وہ شدید ترین عذاب
اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ	کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ان
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (بقرہ، ۸۵)	کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو!

دینِ حق کی یہ کامل پیروی ظاہر و باطن، دونوں میں مطلوب ہے۔ سورۂ قٓ میں ہے :-

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ	اور جنت خدا ترس لوگوں کے قریب لائی
غَیْرَ بَعِیْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ	جائے گی وہ ان سے دور نہ ہوگی۔ یہ ہے وہ
لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ۝ مَنْ	جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ تم میں سے
خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ	ہر اس شخص سے جو خدا کی طرف بار بار پلٹنے
وَجَاۤءَ بِقَلْبٍ	والا اور (حدودِ الٰہی کی) حفاظت کرنے والا

مُّنِيۡبٍ ۝

ہو جو بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے اور خدا کے حضور جھکے ہوئے دل کے ساتھ آئے۔

(سورۂ ق، آیت ۳۱ تا ۳۳)

ان آیات میں خوفِ خدا اور دل کی انابت کا ذکر ہے۔ جن کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن سے ہے۔ ان امور کے ساتھ خدا کی طرف بار بار پلٹنے اور حدودِ الٰہی کی محافظت اور تقویٰ کا ذکر ہے، جن کا تعلق اگرچہ باطن سے بھی ہے مگر ان کا عملی ظہور ظاہری زندگی میں خدا کی نافرمانی سے بچنے اور بے چون وچرا احکامِ الٰہی کی پابندی ومحافظت کی شکل میں ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر آخرت کی ابدی کامرانی اُن لوگوں کا حصہ ہے جو باطن سے لے کر ظاہر تک اللہ کے رنگ میں رنگے ہوں —— اور حدیث نبوی میں ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنۡظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمۡ وَاَمۡوَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ يَّنۡظُرُ اِلٰى قُلُوۡبِكُمۡ وَاَعۡمَالِكُمۡ (مسلم)

اللہ تمہاری شکلوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

"قلوب" سے مراد باطن اور "اعمال" سے مراد ظاہر ہے۔

اسلام کا مطالبہ اپنے ماننے والوں سے یہ بھی ہے کہ جس دین کو وہ حق یقین کرتے ہیں اُس کے مطابق اپنے گھر کے لوگوں کو ڈھالنے کی جدوجہد کریں اور جہنم کی جس ہولناک اور دردناک سزا سے وہ خود بچنا چاہتے ہیں اُس سے اپنے بیوی بچوں اور گھر کے لوگوں کو بھی بچائیں:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰۤئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

اے ایمان لانے والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر کے لوگوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جس پر ایسے فرشتے تعینات ہوں گے جو تند خو اور

لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝

(تحریم، ۶)

سخت گیر ہیں، اللہ نے انہیں جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم ملتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

اَلَا كُلُّكُمۡ رَاعٍ وَكُلُّكُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ فَالۡاِمَامُ الَّذِيۡ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتِهٖ وَهُوَ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ وَالۡمَرۡاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيۡتِ زَوۡجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسۡئُوۡلَةٌ عَنۡهُمۡ وَعَبۡدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡهُ اَلَا كُلُّكُمۡ رَاعٍ وَكُلُّكُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِيَّتِهٖ

(بخاری، مسلم)

سنو! تم میں سے ہر شخص نگراں اور حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، تو لوگوں کا امیر ان کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے اور آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ سنو! تو تم میں سے ہر ایک حاکم و نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

یہ مشہور اور صحیح ترین احادیث میں سے ایک حدیث ہے۔ اس حدیث سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ ریاست وحکومت کی ذمہ داری کس درجہ عظیم ہے اور اسلام اُسے کتنی اہمیت دیتا ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ گھر کی چھوٹی سی "ریاست" میں مرد، عورت، غلام اور ملازم وغیرہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور ہر مرد اور عورت سے صرف اُس کی ذات کے بارے میں نہیں، اولاد اور اہل خانہ کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا :-

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (شعراء ۲۱۴)

اپنے خاندان کے اقرباء کو عذاب جہنم اور بداعمالیوں کے نتائج بد سے ڈراؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل جس طرح کی، اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل روایت سے ہمارے سامنے آتی ہے :-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ خَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ كَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت دی تو وہ جمع ہوئے تو آپؐ نے عام دعوت بھی دی اور خصوصی دعوت بھی۔ آپ نے فرمایا. اے بنی کعب بن لوئی! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! اے بنی مرہ بن کعب! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو دوزخ

مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا (مسلم)

سے بچاؤ! اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! اے فاطمہ! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! میں تمہیں اللہ سے بچانے کی ذرا بھی طاقت نہیں رکھتا، سوا اس کے کہ تم لوگوں سے میرا رشتہ ہے جس کا میں (دنیا میں) ضرور حق ادا کروں گا۔

ایک اور روایت میں جو بخاری ومسلم، دونوں میں ہے اور مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی ہے لیکن الفاظ کے پہلو سے کچھ مختصر ہے۔ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ سے بھی خطاب ہے ــــ یہ احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ کس طرح ایک مومن کو اپنے اعزہ واقرباء کی ہدایت کے لیے فکر مند ہونا چاہیے۔ اس حدیث سے ہم پر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اصل کامیابی یا ناکامی آخرت کی ہے اور ہمیں اپنی ذات کی طرح اپنے بیوی بچوں اور اپنے اعزہ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی پوری جدوجہد کرنی چاہیے۔

پھر انسان سے اس کے بیوی بچوں اور اس کے اعزہ ہی کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، جس سماج میں وہ رہتا ہے اُس کی اصلاح کا بھی وہ ذمہ دار ہے۔ اگر سماج میں برائیاں پھیل رہی ہیں تو مومن کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھ کر برائیوں کو دُور کرے اور نیکیاں مٹ رہی

ہوں تو انھیں فروغ دینے کی جدوجہد کرے۔ امتِ مسلمہ اس لیے خیر امت ہے کہ اس کا مقصدِ وجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (آل عمران، ۱۱۰)

تم بہترین گروہ ہو، انسانوں (کی ہدایت و صلاح) کے لئے نکالے گئے ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو، تم برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔!

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (مسلم)

تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے اسے بدلنے کی کوشش کرے اور یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اسے برا سمجھے (اور بدلنے کی تمنا کرے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مومن برائی کو انگیز نہیں کرتا۔ اُس کا ایمان اُسے مجبور کرتا ہے اور اُس کا دین اُس پر یہ ذمہ داری ڈالتا ہے کہ جب وہ برائی کو دیکھے، زورِ بازو اور زبان و قلم کی طاقت سے اُسے مٹانے میں لگ جائے لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکتا ہو تو ایمان کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ برائی سے نفرت کرے اور اُسے مٹانے کے لیے دل سے تڑپے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ

اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: یا ایّھا

تَقْرَءُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ" فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا مُنْكَرًا فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ (ترمذی، ابن ماجہ)

الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ. (اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، اگر تم نے ہدایت پالی تو کسی شخص کی گمراہی تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی)، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے، لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اسے مٹائیں نہیں، تو قریب ہے، اللہ ان سب پر عذاب بھیج دے (اور نیک لوگ بھی اس عذاب سے بچ نہ سکیں گے)

یعنی آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگوں کی اصلاح اور برائی کو مٹانے کے فریضہ سے غافل ہو جاؤ۔ یہ تو تمہاری ذمہ داری ہے اور تمہارے ہدایت یافتہ ہونے کا تقاضا بھی لیکن اگر تمہاری جدوجہد کے باوجود برائی نہ مٹے اور لوگ گمراہی اور بدکرداری پر جمے رہیں تو تم پر دنیا و آخرت میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور جب وہ دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب کے مستحق ہوں گے تو تم اس عذاب سے بچا لیے جاؤ گے لیکن اگر تم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوتاہی برتی تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ دینِ حق کا یقین اور اس کی محبت ابھی تمہارے دل میں پیوست نہیں ہو سکی ہے اور تم سے آخرت میں سوال ہوگا کہ تم نے منکرات کے استیصال کی اپنی سی جدوجہد کیوں نہیں کی اور سماج میں گمراہی و بدکرداری کے عام ہونے کے نتیجہ میں اگر خدا کا عذاب آیا تو تم اس عذاب سے نہ بچ سکو گے خواہ تم کتنے ہی نیک ہو!

مسلم معاشرہ کے بگاڑ کے سلسلے میں سچے مومن کا کردار کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے :-

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَالِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (مسلم)

مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اللہ نے اس کی امت میں مبعوث کیا اسے اپنی امت میں سے مخلص پیرو اور ساتھی ملے جو اس کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑتے اور اس کے احکام کا اتباع کرتے پھر ان کے بعد ان کے جانشین ایسے ناخلف ہوتے جو ایسے دعوے کرتے جن کے مطابق ان کا عمل نہ ہوتا اور ایسے کام کرتے جن کا انہیں حکم نہ دیا جاتا تو جو شخص ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے جدوجہد کرے وہ مومن ہے، جو ان کے خلاف اپنی زبان سے جدوجہد کرے وہ مومن ہے۔ جو ان کے خلاف اپنے دل سے جدوجہد کرے وہ وہ مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سماج کے بگاڑ کی اصلاح کے لیے اَن تھک جدوجہد ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اس جدوجہد کو حدیث میں "جہاد" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ برائی کے خلاف پوری قوت سے جدوجہد، یہاں تک کہ برائی ختم ہو جائے۔

پھر اہل ایمان کی ذمہ داری اتنی ہی نہیں ہے کہ وہ مسلم سماج کی اصلاح اور اُسے اسلام کا نمونہ بنانے کی جدوجہد کریں۔ اُن کی ذمہ داری ـــــ اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ.... غیر مسلموں تک خدا کے دین کی دعوت پہنچائیں تا کہ وہ دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے بچ سکیں اور دنیا میں اس کی نصرت و رحمت اور آخرت میں اس کے ابدی اجر کے مستحق ہو سکیں۔

حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء علیہم السلام کی دعوتی مساعی کی تفصیل قرآن مجید میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے، تمام انبیاء و رسل کفار و مشرکین میں آئے تھے اور اُن کی بعثت کا مقصود یہ تھا کہ کفار و مشرکین کو کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر دینِ حق کی روشنی میں لے آئیں۔ جسے وہ خدا کی طرف سے لے کر آئے تھے لیکن قوموں کے اکثر و بیشتر افراد نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو رد کر دیا اور اس کے نتیجہ میں وہ دنیا اور آخرت، دونوں میں خدا کے عذاب کے مستحق ہوئے۔ سورۂ اعراف میں گذشتہ قوموں کے تفصیلی تذکرے کے بعد ہے :-

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (اعراف ۱۰۱)

یہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے دلائل لے کر آئے تو وہ اس دعوت کو ماننے کو تیار نہیں ہوئے جسے وہ اس سے قبل (آغاز ہی میں) جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں (انکار کرنے والوں) کے دلوں پر مہر لگاتا ہے۔

اور سورۂ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں

مِنْ قَبْلِكُمْ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ (ابراہیم، ۹)

جو تم سے پہلے تھے، قومِ نوحؑ، قومِ عادؑ، قومِ ثمودؑ اور جو ان کے بعد تھے، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے دلائل لے کر آئے تو انہوں نے منہ میں ہاتھ ٹھونسے اور کہا کہ جس دعوت کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جو دعوت تم ہمیں دے رہے ہو اس کے سلسلے میں ہم گھرے شک میں ہیں۔

اور سورہ ق میں ہے:-

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ (۱۲ تا ۱۴)

ان سے پہلے جھٹلایا قومِ نوح، اصحاب الرس، قومِ ثمود، قومِ عاد، فرعون، لوط کے بھائیوں اصحاب الایکہ اور قومِ تبّع نے، ہر ایک نے رسولوں (کی دعوت) کو جھٹلایا تو ان پر ہماری وعید (عذاب کی دھمکی) حقیقت بن کر رہی۔

اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو دنیا میں اُن کے سوا کوئی مومن نہ تھا۔ آپؐ کفار و مشرکین ہی میں آئے اور زندگی کی آخری سانس تک عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو ایمان و اسلام کی دعوت دیتے رہے:-

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ

ا، ل، را، یہ ایک کتاب ہے، جو ہم نے تمہاری

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۝ (ابراہیم، ۱-۲)

طرف نازل کی ہے تاکہ تم (کفر و شرک کی) تاریکیوں سے انسانوں کو نکال کر ان کے رب کے اذن سے نور میں لے آؤ۔ زبردست مستحقِ حمد اللہ کے راستے کی طرف، جس کی ملکیت ہیں وہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور کافروں کے لئے شدید عذاب کی ہلاکت ہے۔

کفار و مشرکین کی شدید ترین مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کے باوجود آپؐ اور آپؐ پر ایمان لانے والے افراد شب و روز غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہنچاتے رہے، ان کے لیے دعائیں کرتے رہے اور ان کے غم میں گھلتے رہے:-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (کہف، ۶)

تو شاید تم ان کے پیچھے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے، غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔

آپؐ کی اور آپؐ کے ساتھیوں کی دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں جو لوگ ایمان لائے قرآن مجید کی رو سے آپ کی عظیم ذمہ داری تھی کہ اُن کی تعلیم و تربیت کا نظم کریں:-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

بیشک اللہ نے اہلِ ایمان پر احسان فرمایا کہ ان میں انہیں کے اندر سے ایک رسول بھیجا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کا تزکیہ (تربیت) کرتا ہے اور انہیں کتاب (الٰہی) اور

اَلْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (آل عمران: ۱۶۴)

حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس سے قبل کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ ایمان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کو بہ حسن و خوبی ادا کرنے میں لگے ہوئے تھے اور اہلِ ایمان کی تعداد کے بڑھنے کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کے کام اور آپؐ کی مصروفیات میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے اہم اور عظیم کام نے آپؐ کو اور آپؐ کے اصحابِ کرامؓ کو غیر مسلموں میں دعوت کے کام سے غافل بنا دیا ہو یا اُن کی طرف ان حضرات کی توجہ میں ادنیٰ کمی ہوئی ہو۔ مسلمانوں کی تربیت اور غیر مسلموں میں دعوت! دونوں کام مسلسل چلتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دعوتی کام کے دائرہ اور اس کی رفتار دونوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپؐ کی اور صحابہ کرامؓ کی کوششوں سے مشرکین جوق در جوق اسلام کے آغوش میں آنے لگے تا آنکہ پورا عرب مسلمان ہو گیا:۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا ٥ (سورۂ النصر)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے تو تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت چاہو، بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

لیکن آپؐ کا مشن عرب تک محدود نہ تھا نہ آپؐ صرف عربوں کے ہادی بنا کر بھیجے گئے

تھے۔ آپؐ اللہ کے آخری نبی تھے:۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ٥ (احزاب: ۴۰)

محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے آخری نبی!

آپؐ تا قیامت تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ٥ (سبا: ۲۸)

(اے نبیؐ!) ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کو ساری دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ اللہ کے آخری نبی ہیں، سارے انسانوں کے لیے نبی۔ اس پر امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے اور یہی بات کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (بخاری، مسلم)

مجھے انبیاء پر چھ باتوں سے فضیلت بخشی گئی۔ مجھے جوامع الکلم[1] بخشے گئے، رعب[2] سے میری مدد کی گئی، اموالِ[3] غنیمت میرے لئے حلال کئے گئے، زمین[4] کو میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک اور مطہر بنایا گیا، مجھے تمام مخلوق[5] کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ[6] پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہوا۔

ساری دنیا تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے سلسلہ میں ایک کام آپؐ نے یہ کیا کہ آس پاس کے ملکوں کے سلاطین کو خطوط لکھے اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ یہ بات ظاہر ہے، آپؐ کے بس میں نہ تھی کہ آپ ساری دنیا میں گھوم گھوم کر ایک ایک ملک کے ایک ایک فرد تک اسلام کی دعوت خود پہنچاتے۔ عرب کے وسیع و عریض ملک میں بھی اسلام کی دعوت پھیلانے کا کام تنہا آپؐ نے نہیں کیا۔ جو لوگ آپؐ پر ایمان لاتے گئے انھیں حق کی معرفت اور اس پر ایمان و یقین نے مجبور کیا اور انھوں نے اس گراں بار ذمہ داری کو اچھی طرح محسوس کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ہدایت فرمائی کہ وہ بھٹکے ہوئے بندگانِ خدا کو راہِ راست دکھائیں۔ آپؐ کی دعوتی مساعی کے علاوہ آپؐ کی قیادت و رہنمائی میں یہ آپؐ کے اصحابِ کرام کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ تھا کہ تیئیس سال کی مدت میں پورا عرب اسلام کے آغوش میں آگیا۔

پوری دنیا کے انسانوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے اور انھیں گمراہی سے راہِ راست کی طرف لانے کے لیے آپ نے ہدایتِ الٰہی کے تحت "امتِ مسلمہ" کی تشکیل کی جس کی بنیادی صفات یہ تھیں کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دے گی، نیکی کا حکم کرے گی اور برائی سے روکے گی:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران: ۱۰۴)	اور تمہیں ایک ایسی "امت" بن جانا چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں —

"خیر" یعنی اسلام — جو سراپا خیر اور سرچشمۂ خیر ہے — کی طرف دعوت دینا اس

امت کا اوّلین کام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام غیر مسلموں میں ہوگا۔

چند آیات کے بعد یہ بات واضح کی گئی کہ یہ امت "خیرِ امت" ہے اور اس کا دائرہ کار اہلِ ایمان تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ "الناس" یعنی نوعِ انسانی کی ہدایت و اصلاح کے لیے وجود میں لائی گئی ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)	تم بہترین امت ہو جو انسانوں (کی ہدایت) کے لئے برپا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہی نہیں، جس طرح رسول کا کام اور مقام یہ تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے اہلِ ایمان کے سامنے دینِ حق کی ٹھیک ٹھیک شہادت دیں، اس طرح رسول کی نیابت میں یہ کام اور یہ مقام امتِ مسلمہ کا ہے کہ وہ دنیا کے تمام انسانوں — غیر مسلموں — تک اپنی زبان و قلم سے حق کی دعوت پہنچائے اور اپنی عملی زندگی سے اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرے۔ سورہ بقرہ میں ہے:-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ: ۱۴۳)	اور اس طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا تاکہ تم انسانوں پر (دینِ حق کے گواہ) بنو اور رسول تم پر (دینِ حق کے) گواہ بنیں —

اور سورہ حج کے آخر میں اسی بات کو اس طرح واضح کیا گیا ہے:-

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ	اس نے تمہارا نام "مسلم" رکھا ہے اس سے

مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (حج)

قبل اور اس (قرآن) میں، تمہارا نام "مسلم" ہے تاکہ رسول تم پر (حق کے) گواہ ہوں اور تم انسانوں پر (حق کے) گواہ ہو۔

بہ الفاظ دیگر نوعِ انسانی کی ہدایت وضلالت اور اس کی فلاح وخسران امتِ مسلمہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ امت کی عظیم ذمہ داری بلکہ اس کا مقصدِ وجود ہے کہ وہ دنیا کے عام انسانوں ـــ غیر مسلموں ـــ تک حق کا پیغام پہنچائے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ خدا کے حضور جواب دہی سے بچ جائے گی اور اجرِ عظیم پائے گی اور اگر امت نے حق کی دعوت عام انسانوں تک نہیں پہنچائی تو نوعِ انسان کی گمراہی کا وبال اُس پر آئے گا اور وہ خدا کے حضور جواب دہی سے بچ نہ سکے گی۔

شہادتِ حق کی اس عظیم ذمہ داری کا احساس ہی تھا جس نے ابتدائی اَدوار کے مسلمانوں کو سراپا دعوت بنا دیا تھا۔ ان کے شب وروز دعوتِ حق میں بسر ہوتے ـــ وہ زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں تک خلوص، دل سوزی اور محبت کے ساتھ حق کا پیغام پہنچاتے۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ تھوڑی ہی مدت میں اسلام متمدن دنیا کے بڑے حصہ میں پھیل گیا اور خلافتِ راشدہ ہی کے دَور میں اسلام کی آواز تھانہ، مہاراشٹر، مالا بار، سیرلا، سندھ اور پنجاب کے علاقوں میں پہنچ گئی اور بعد کی چند صدیوں میں مشرق میں چین، ملیشیا اور انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں اسپین تک اور شمال میں روسی ترکستان سے لے کر جنوب میں براعظم افریقہ کے بہت سے ممالک کا علاقہ اسلام کے پیغام سے گونج اُٹھا۔ آج دنیا کے تقریباً ایک ارب مسلمان، جو کم وبیش ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، اس بات کے شاہد ہیں کہ ہمارے اسلاف نے نوعِ انسانی تک دین کی دعوت پہنچانے کے سلسلہ میں اپنی...

ذمہ داریوں کو پہچانا اور جہاں گئے، اسلام کی نعمت کو اپنے ساتھ لیتے گئے اور بندگانِ خدا میں اس نعمت کو تقسیم کرنے میں انھوں نے کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ بلاشبہ ادھر چند صدیوں سے امت نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی برتی ـــ امت کے زوال اور اس کے بہت سے امراض کا بنیادی سبب اس کی یہی غفلت ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ امت کے ذی شعور طبقہ کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو چلا ہے اور اسلام کی دعوت کا کام اب پوری دنیا میں ہو رہا ہے اور مختلف اسباب کے تحت جن میں اصل اور بنیادی سبب خدا کی مشیت اور اس کا منصوبہ ہے، نہ صرف مشرق میں بلکہ انگلینڈ، جرمنی، فرانس، امریکہ اور کناڈا وغیرہ میں بھی حق کی جستجو بڑھتی جا رہی ہے اور اسلام کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کا جذبہ فزوں سے فزوں تر ہوتا جا رہا ہے۔ خود ہمارے ملک میں، جہاں مسلمانوں کو مختلف پہلوؤں سے سنگین صورتِ حال کا سامنا ہے۔ اسلام کی دعوت کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر غور وفکر کرنے کے لیے عام فضا پیدا ہو رہی ہے اور سینے قبولیتِ حق کے لیے کھلتے جا رہے ہیں اور یہ سب محض اللہ کے فضل وکرم سے ہو رہا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ!

لیکن اسلام کا منشا، اس بات سے پورا نہیں ہوتا کہ اُس کا پیغام دنیا میں عام ہو، اسلام پوری زندگی کے لیے قانون دیتا ہے۔ اس کا منشا، اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب یہ قانون عملاً نافذ ہو، اسلام پوری دنیا کی مکمل اصلاح کے لیے آیا ہے، اُس کا مشن اُسی وقت پورا ہوگا جب روئے زمین پر اسلام دینِ غالب کی حیثیت اختیار کر لے۔ سورہ توبہ اور سورہ صف میں ہے:-

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥ (توبہ، ۳۳، صف ۹)

دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اگرچہ یہ بات مشرکین کو ناگوار ہو۔

اور سورہ فتح میں ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ٥ (فتح، ۲۸)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اور (اس کے لیے) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اِن آیات سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا آخری مقصود اس دنیا میں یہ ہے کہ اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب ہو جائے۔

جہاں تک دین کی دعوت کا معاملہ ہے، وہ ایک حد تک ایک شخص بھی کر سکتا ہے۔ مگر دین کو غالب کرنے کا کام ایک آدمی کے بس کا نہیں ہے۔ کوئی نظام اس وقت غالب اور دوسرا نظام اس وقت مغلوب ہوتا ہے جب ایک منظم گروہ اس کے لیے جدوجہد کرے اور پیہم قربانیاں دے۔ اس لیے یہ ذمہ داری فی الحقیقت امتِ مسلمہ کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشن کو ان کی رہنمائی کے تحت اُن کی زندگی میں اور ان کے بعد تاقیامت پورا کرے تاآنکہ زمین کے چپہ چپہ پر اسلام غالب نظام کی حیثیت سے نافذ ہو جائے۔

تینوں سورتوں ـــ توبہ، فتح اور صف میں امتِ مسلمہ کی اس ذمہ داری کو واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اہلِ ایمان کو اُس وقت صحیح معنیٰ میں "مومن" سمجھا جائے گا جب وہ دین کو قائم و غالب کرنے کی جدوجہد میں اپنا حصّہ ادا کریں۔ بصورتِ دیگر ان کا دعوئ ایمان

مشتبہ قرار پائے گا:۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ٥ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ٥ (توبہ، ۴۴، ۴۵)

جو لوگ اللہ اور یوم آخر (آخرت) پر ایمان رکھتے ہیں وہ (اے نبی!) تم سے اس بات کی اجازت نہیں چاہتے کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے (اللہ کی راہ میں) جدوجہد نہ کریں اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ وہی لوگ تو تم سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے، ان کے دلوں میں شکوک ہیں تو وہ اپنے شکوک میں حیران و سرگرداں ہیں۔

سورہ صف میں آیت ۹، جس میں رسول کے بھیجے جانے کا مقصود یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب ہو، فوراً بعد صراحت کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کام امتِ مسلمہ کو کرنا ہے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جسے اختیار کر کے اہلِ ایمان جہنم کے عذاب سے بچ سکتے، جنت کی ابدی نعمتوں سے شاد ہو سکتے اور دنیا میں نصرتِ الٰہی اور فتح و سربلندی سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتنے واضح اور موثر انداز میں ارشاد فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥

اے ایمان لانے والو! کیا میں تمہیں ایسا کاروبار بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (صف: ۱۱تا۱۳)

(سچ سچ) ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جدوجہد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہوتے وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور عمدہ محلات میں، ہمیشگی کی جنتوں میں، یہی ہے عظیم الشان کامرانی! اور ایک اور چیز جو تمہیں محبوب ہے، اللہ کی مدد اور قریبی فتح! اور (اے نبی!) اہل ایمان کو خوشخبری دو!

اور سورۂ توبہ سے واضح ہوتا ہے کہ غلبۂ دین کی مہم سے کترانے کی اصل وجہ دنیا کی محبت ہے اور اس کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں خدا کا عذاب آئے اور مسلمانوں کو امامتِ اقوام اور شہادتِ حق کے مقامِ بلند سے ہٹا دیا جائے:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ

اے ایمان لانے والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے، اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹے جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں حیاتِ دنیا پر راضی و مطمئن ہو گئے ہو تو آخرت کے مقابلہ میں حیاتِ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (توبہ، ۳۸، ۳۹)

دنیا کی پونجی بہت ہی کم ہے۔ اگر تم (راہِ خدا میں) نہ نکلو گے تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بجائے کسی اور گروہ کو (اس مقصد کے لئے میدان میں) لے آئے گا اور تم اسے ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

ان آیات سے واضح ہوا کہ دنیا پرستی یہ نہیں ہے کہ دینِ حق کو قائم و نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے! یہ عین آخرت طلبی اور حق پرستی ہے! دنیا پرستی یہ ہے کہ حیلے بہانے کر کے دینِ حق کو قائم و غالب کرنے سے جی چرایا جائے! اس کا نتیجہ دنیا و آخرت دونوں میں دردناک ہے۔ عذابِ الٰہی! امامتِ اقوام کے منصب سے معزولی!

اقامتِ دین کا یہ وسیع، جامع اور عظیم کام صرف انفرادی کوششوں سے انجام نہیں پا سکتا، اس کے لیے منظم اور اجتماعی جدوجہد درکار ہے۔ سورۂ شوریٰ میں ہے:۔

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (شوریٰ، ۱۳)

یہ کہ دین کو قائم کرو اور اس معاملہ میں تفرقہ اختیار نہ کرو۔

اور سورۂ آل عمران میں ہے:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: ۱۰۳)

اور اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور تفرقہ اختیار نہ کرو۔

اور دین کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اطاعتِ خدا اور رسولؐ کے بعد دین کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے اہلِ ایمان اولی الامر کی اطاعت کی جائے۔ سورۂ نساء میں ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (نساء ۵۹)

اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی!

اور سورۂ صف، آیت ۴ سے واضح ہوتا ہے کہ دینِ حق کو غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد کرنے والے اتنے متحد و منظم ہوتے ہیں:۔

كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (آیۃ)

گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اور آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی لوگ محبوب ہیں جو "بنیانِ مرصوص" بن کر دینِ حق کو غالب کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ (بخاری، مسلم)

مومن، مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے، پھر آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا کہ اس طرح۔

ایک اور حدیث میں ہے:۔

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى

تم اہلِ ایمان کو باہم رحم کرنے اور محبت و شفقت کرنے میں ایسا پاؤ گے جیسے کہ ایک بدن، جب اس کا کوئی عضو بیمار پڑتا

عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (بخاری، مسلم)

ہے تو سارا بدن جاگ کر اور بخار میں مبتلا ہو کر اس عضو کا ساتھ دیتا ہے۔

آپؐ نے اطاعتِ امر کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي (بخاری، مسلم)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:۔

إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا (مسلم ومثلہ فی البخاری)

اگر کوئی ناک کان کٹا ہوا غلام تم پر امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے تحت تمہاری رہنمائی کرے تو اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔

ایک اور حدیث میں آپؐ نے اطاعتِ امر کی اہمیت اور اس کی حدود کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ

مردِ مسلم پر سمع و طاعت واجب ہے ان احکام کی جو اسے پسند ہوں اور ان کی بھی جو اسے ناپسند ہوں جب تک کہ اسے معصیت کا

فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ — حکم نہ دیا جائے تو جب اسے خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اسے نہ سننا چاہیئے اور نہ کہنا ماننا چاہیئے۔ (بخاری، مسلم)

اہلِ ایمان کے باہمی افتراق و انتشار سے نہ صرف یہ کہ اقامتِ دین کے عظیم مقصد کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے بلکہ یہ مسلمانوں کے ضعف اور ان کی ساکھ کے اکھڑ جانے کا موجب ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (آل عمران) — اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اور مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ان افتراق و انتشار ہی کے باعث ان کی ہوا اکھڑی ہے۔ ان کی طاقت ضعف میں تبدیل ہوئی ہے۔ ان کی بڑی بڑی حکومتیں زوال کا شکار ہوئی ہیں اور وہ ذلت و خواری کے عمیق غار میں جاگرے ہیں۔

قرآنِ حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مختلف شکلیں ہیں جن میں سے ایک شکل یہ ہے کہ کوئی قوم مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ جائے اور یہ فرقے آپس میں برسرِ پیکار رہیں:۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ — کہو، وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے نازل کر دے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں بانٹ دے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی دھنگی، طاقت کا

كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ (انعام، ۶۵) — مزہ دکھائے، دیکھو، کس طرح ہم طرح طرح سے اپنی آیات ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں، شاید وہ سمجھ سے کام لیں۔

اور ترمذی و نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اس کے دین سے نافرمانی کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ پر جو عذاب آئے گا اس کی شکل یہی ہوگی کہ امت فرقوں اور گروہوں میں بٹ جائے گی اور وہ باہم دست و گریباں ہوں گے۔ اس عذاب سے بچنے کی شکل صرف یہ ہے کہ ہم دینِ حق کا حق ادا کریں یعنی اقامتِ دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ دوسری طرف اس نصب العین کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ افراد کو مجتمع اور منظم کرنے کی کوشش کریں ـــــ!

یہ ہے اقامتِ دین کتاب و سنت کی روشنی میں! اسلام کا عین تقاضا، انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصود! امتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود! ہر مسلمان کا نصب العین! آیئے ہم اس نصب العین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں!